باب الاذان کیف ھو

امام مالک کا موقف: کلمات اذان سترہ ہیں اور ترجیع بھی ہے۔

ان کی دلیل: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ترجیع کا بھی ذکر ہے۔

امام شافعی کا موقف: کلمات اذان انیس ہیں، شروع میں تکبیر چار مرتبہ ہے اور ترجیع بھی ہے۔

ان کی دلیل: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث،، ان النبی ﷺ علمه الاذان تسع عشرة كلمة،،

احناف کا موقف: کلمات اذان پندرہ ہیں، شروع میں تکبیر چار مرتبہ ہے اور ترجیع نہیں ہے۔

چار مرتبہ تکبیر پر نظر طحاوی: بعض کلمات اذان میں دو جگہ ہیں جیسا کہ شہادت اذان کے اول میں بھی ہے اور،، حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح،، کے بعد بھی ہے تو آخر میں اس کا نصف ہے جس قدر اول میں ہے تو تکبیر آخر میں بالاجماع دو مرتبہ ہے تو تقاضہ یہی ہے کہ شروع میں چار مرتبہ ہو۔

ترجیع پر نظر طحاوی: اذان کے باقی کلمات میں ترجیع نہیں ہے ان پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ شہادتین میں بھی ترجیع نہ ہو۔

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب: ان کی اذان اس وقت کی ہے جب وہ اسلام نہیں لائے تھے سرکار مدینہ نے ان کو ترجیع کا حکم دیا تھا۔

ترجیع نہ ہونے پر دلیل: حضرت عبداللہ بن زید انہوں نے خواب میں فرشتے کو اسی طرح اذان کہتے ہوئے سنا اس میں ترجیع نہیں ہے۔

ترجیع کی تعریف: ترجیع کا لغوی معنی ہے لوٹانا اور اصطلاح میں اذان میں کلمات کو ادا کرنے کے بعد دوبارہ دہرانا ترجیع کہلاتا ہے۔ جیسا اللہ اکبر اللہ اکبر،، پھر اللہ اکبر اللہ اکبر۔

باب الاقامة کیف ھی

امام مالک کا موقف: کلمات اقامت دس ہیں اور تمام کلمات ایک ایک بار کہے جائیں گے۔

ان کی دلیل:،، امر بلال ای یشفع الاذان ویوتر الاقامة،،۔

امام شافعی کا موقف: کلمات اقامت گیارہ ہیں۔ اقامت میں،، قد قامت الصلاۃ،، دو مرتبہ کہے جائیں گے اور باقی تمام کلمات ایک ایک بار کہے جائیں گے۔

انکی دلیل:،، امر بلال ای یشفع الاذان ویوتر الاقامة الا الاقامة،،۔

امام شافعی کی نظر: اذان میں کچھ کلمات شروع میں آخر کی بنسبت دگنے ہوتے ہیں تو اقامت میں بھی تمام کلمات ایک مرتبہ کہے جائیں گے۔ لیکن،، قد قامت الصلاۃ،، اذان میں نہیں ہے لہذا وہ دو مرتبہ کہے جائیں گے۔

احناف کا موقف: کلمات اقامت سترہ ہیں، تمام کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں گے۔

احناف کی دلیل: (۱) حضرت عبداللہ بن زید انہوں نے خواب میں فرشتے کو دیکھا انہوں نے اقامت سکھائی اذان کی مثل پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا بلال کو سکھاؤ تو اس کے اندر بھی کلمات دو دو مرتبہ تھے۔

(۲) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ،، ان النبی ﷺ **علمنی الاقامة سبع عشرة کلمة**،،

وجوہ ترجیح: (۱) حضرت بلال کی وہ حدیث جس میں دو مرتبہ کا ذکر ہے موخر ہے پہلے والی احادیث سے۔

(۲) اس کے اندر ثقہ راویوں کا اضافہ ہے۔

احناف کی طرف سے امام شافعی کی نظر کا جواب: اذان واقامہ الگ الگ ہیں کیونکہ اقامہ کے آخر میں تکبیر دو مرتبہ ہی ہے اسی طرح شہادت بھی۔

الصلاۃ خیر من النوم

ایک قوم کا موقف: اس قوم میں حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت طاؤس اور امام شافعی کا ایک قول بھی انہی کے ساتھ ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ،، **الصلاة خير من النوم** ، کا اضافہ صبح کی اذان میں مکروہ ہے۔

قوم کی دلیل: حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث میں مروی ہے کہ اس کا اضافہ نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا موقف: امام مالک ، امام احمد بن حنبل اور احناف کے نزدیک ،، **الصلاة خير من النوم** ،، کا اضافہ مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: جمہور نے اس پر مندرجہ ذیل احادیث پیش کی ہیں۔

(۱) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ،،، **ان النبی ﷺ علمه فی الاذان الاول من الصبح ،، الصلاة خير من النوم**،،

(۲) ،، عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ہے ،، **کان فی الاذان الاول بعد الفلاح ،، الصلاة خير من النوم**،،

(۳) حضرت انس کی حدیث میں ہے ،،، **کان التثویب فی الصلاة الغداة اذ قال الموذن حی علی الفلاح قال ،، الصلاة خير من النوم مرتين**،،

وجوہ ترجیح: یہ یعنی ،، **الصلاة خير من النوم**،، کا اضافہ کرنے کا سرکار مدینہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا تھا اور یہ احادیث موخر ہیں لہذا یہ ناسخ ہیں اور پہلی والی منسوخ۔

فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے کا حکم

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی ، امام مالک ، امام احمد کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے۔

(۱) امام احمد کے نزدیک نصف رات گزرنے کے بعد اذان کہی جائے۔

(۲) امام شافعی کے نزدیک دو اذانیں مسنون ہیں۔

(۳) امام مالک، امام یوسف کے نزدیک دواذانیں مندوب یعنی مستحب ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: سمرہ بن جندب سے مروی ہے ،،ان رسول اللہ ﷺ قال لا یضرنکم نداء بلال ولا هذاالبیاض حتی یبدوالفجر او ینفجر الفجر،،

ائمہ احناف کا مذہب: ائمہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے۔

احناف کی دلیل: احناف اس پر درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کو بلال کی اذان سحری سے منع نہ کرے کہ وہ اذان دیتے ہیں تاکہ تمہارے غائب لوٹ آئے اور تمہارے سونے والوں کو تنبیہ کرنے کے لئے۔ وہ فجر یا صبح کے لئے نہیں ہوتی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب موذن فجر کی اذان دیتا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوتے دو رکعت فجر پڑھتے پھر مسجد کی طرف تشریف لاتے اور کھانا حرام قرار دیتے اذان نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

وجوہ ترجیح: حضرت بلال کی اذان نماز کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ اس لئے ہوتی تھی کہ غائبین حاضر ہو جائیں اور سونے والے کو تنبیہ ہو جائے۔

نظر طحاوی: بقیہ نمازوں کی اذان وقت کے بعد ہی کہی جائیں گیں اس پر اتفاق ہے لیکن فجر کی اذان کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہذا ہم فجر کو بقیہ نمازوں جو متفق علیہ ہیں انکی اذان پر قیاس کریں گے، یعنی طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہوگا۔

باب الرجلین یوذن احدھما ویقیم الآخر

دو آدمیوں میں سے ایک اذان کہے اور دوسرا اقامت

قوم کا مذہب: اس میں امام اوزاعی، امام زہری، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، شامل ہیں۔

ان کے نزدیک جس نے اذان دی وہی نماز کے لئے اقامۃ بھی کہے گا اس کے علاوہ کے لئے اقامت کہنا مناسب نہیں۔

قوم کی دلیل: مذکورہ ائمہ کرام اپنے موقف پر درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔

،،زیاد بن الصدائی آتیت رسول اللہ ﷺ فلما کان اول الصبح امرنی فاذنت ثم قام الی الصلاۃ فجاء بلال لیقیم فقال رسول اللہ ﷺ ان اخاصداء اذن ومن اذن فھو یقیم،،۔

احناف کا مذہب: موذن کے علاوہ اگر کوئی اذان کہتا ہے تو اس میں حرج نہیں۔

احناف کی دلیل: احناف اپنے موقف پر درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔

,,عن عبد الله بن زید عن جد لا انه حین اری الاذان امر النبی ﷺ بلالا فاذن ثم امر عبد الله فاقام وبما،،

نظر طحاوی: امام طحاوی یہاں دو باتیں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ اذان کو دو آدمی مل کر کہیں یعنی اذان کا بعض ایک کہے اور بعض دوسرا کہے یہ درست نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اذان اور اقامت دونوں ایک ہیں یا الگ الگ۔ اگر یہ دونوں ایک ہیں پھر تو جس نے اذان کہی وہی اقامت کہے گا اگر الگ الگ ہیں تو موذن کے علاوہ شخص اقامت کہہ سکتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ نماز سے پہلے کچھ اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ نماز جمعہ کے لئے خطبہ تو خطبہ نماز جمعہ کے لئے ضروری ہے اگر کسی نے بغیر خطبہ کے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل ہے اس لئے امام اور خطیب کا بلا وجہ الگ الگ ہونا درست نہیں اسی طرح اذان اور اقامت بھی نماز کے اسباب میں سے ہیں لیکن اقامت جب غیر امام کہہ سکتا ہے تو غیر موذن بدرجہ اولی کہہ سکتا ہے

باب مایستحب للرجل ان یقول اذا سمع الاذان

پہلا مذہب: اس میں امام نخعی، امام شافعی، احمد فی روایۃ، امام مالک فی روایۃ۔

ان سب کے نزدیک جب اذان کو سنے تو جیسا موذن نے کہا ویسا ہی جواب میں کہا جائے گا۔

پہلے مذہب کی دلیل: ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے۔

عمر بن عاص یقول انه سمع رسول الله ﷺ یقول اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل یقول،،

عن ام حبیبة ان رسول الله ﷺ کان اذا سمع الموذن فیقول مثل مایقول حتی سکت،،

دوسرا مذہب: اس میں احناف، احمد فی روایۃ، امام مالک فی روایۃ۔

ان کے نزدیک جب اذان کو سنا جائے تو جواب میں ویسا ہی کہا جائے جیسا موذن کہتا ہے صرف حیعلتین کی جگہ ,,لا حول ولا قوة الا بالله،، کہے گا۔

دوسرے مذہب کی دلیل (۱): حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ ,,ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الموذن الله اکبر الله اکبر فقال احدکم الله اکبر الله اکبر،،ثم قال حی علی الصلاة فقال لا حول ولا قوة الا بالله ثم قال حی علی الفلاح فقال لا حول ولا قوة الا بالله،،

دوسرے مذہب کی دلیل (۲): حضرت ابورافع سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب موذن کو سنتے تو اس کے کہنے کی مثل کہتے مگر جب وہ ,,حی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتا تو آپ ,,لا حول ولا قوة الا بالله،،

نظر طحاوی: موذن کا مقصد حی علی الصلاۃ اور حی الفلاح سے لوگوں کو نماز اور فلاح کی طرف بلانا ہے جبکہ سامع کا مقصد ذکر کا ہے تو ,,حی علی الصلاة،،حی علی الفلاح،، ذکر نہیں ہے تو لہذا اس کے جواب میں ,,لا حول ولا قوة

الا باللہ،، ہی کہا جائے گا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا۔

اذان کا جواب واجب ہے یا مستحب؟

پہلا مذہب: اس میں امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد اور اہل ظواہر ہیں۔ ان تمام کے نزدیک اذان کا جواب دینا واجب ہے۔

پہلے مذہب کی دلیل: ،،عمر بن عاص یقول انه سمع رسول الله یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل یقول،، اس میں ،،فقولوا مثل یقول،، یہ امر ہے وجوب کے لئے ہے۔

دوسرا مذہب: اس میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد، جمہور فقہاء، امام طحاوی شامل ہیں۔ ان سب کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

دوسرے مذہب کی دلیل: حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب موذن نے کہا اللہ اکبر تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ فطرت پر ہے پھر جب اس نے کہا اشهد ان لا اله الا الله،، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ آگ سے آزاد ہے۔ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے دوران اذان وہ الفاظ کہے جو موذن کے الفاظ کے علاوہ تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

باب مواقیت الصلاۃ

فجر کے وقت میں اختلاف: فجر کے اول اور آخر وقت میں ائمہ کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔

وقت ظہر

ظہر کے وقت میں اختلاف: ظہر کے اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں لیکن ظہر کے آخر وقت میں ائمہ کا اختلاف ہے

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک ظہر کا آخری وقت جب چیزوں کا سایہ ایک مثل ہو جائے تب تک ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ( ) کے دوسرے دن ظہر ایک مثل پر پڑھی گئی۔

امام اعظم کا مذہب: ظہر کا آخری وقت جب چیزوں کا سایہ دو مثل ہو جائے تب تک ہے۔

امام اعظم کی دلیل: حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کی مثل ہو گیا۔

(خیال رہے کہ ٹیلوں کا سایہ ان کی مثل تب ہی ہوتا ہے جب دوسری چیزوں کا سایہ دو مثل ہو جاتا ہے)۔

وجوہ ترجیح: (۱) اس باب کے شروع کی احادیث جو صاحبین نے بطور دلیل پیش کی وہ منسوخ ہیں۔ (۲) نماز ظہر کے اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں آخری وقت میں شک ہے تو اول وقت جو شروع ہے تو وہ شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو گا۔ (۳) دوسرے دن نبی کریم ﷺ نے ظہر ایک مثل پر ادا کی تو اگر ظہر کا آخری وقت ایک مثل تھا تو نماز ادا کرنا صحیح نہ ہوتا۔

وقت عصر

عصر کے اول وقت میں اختلاف: عصر کے اول وقت میں وہی اختلاف ہے جو ظہر کے آخری وقت میں ہے۔

عصر کے آخری وقت میں اختلاف: امام شافعی کے نزدیک عصر کا آخری وقت دو مثل تک ہے۔

امام شافعی کی دلیل: دوسرے دن عصر کی نماز اسی وقت میں ادا کی گئی۔

امام احمد، امام طحاوی، امام مالک کا مذہب: امام احمد کے نزدیک جب سورج زرد ہونا شروع ہو جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام طحاوی اور امام مالک کے نزدیک جب سورج زرد ہو جائے پھر عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

ائمہ کی دلیل: (۱) عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عصر کا وقت ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ (۲) متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ سورج کے زرد ہونے کے وقت نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع کیا۔

شوافع کے دلائل کا جواب: آپ نے جو کہا کہ دو مثل پر عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس سے مراد افضل وقت ہے۔

نظر طحاوی: تمام نمازوں کے اوقات میں نوافل ادا کرنا درست ہے مگر عصر اور فجر کی نماز کے بعد درست نہیں لیکن قضاء نمازیں تمام نمازوں کے اوقات میں درست ہیں۔ لیکن جب سورج زرد ہو جائے، اسی طرح زوال کیوقت سورج کے طلوع ہونے کے وقت قضا نمازیں درست نہیں تو پتا چلا کہ اس وقت نماز کا وقت ہی نہیں ہے۔

احناف کا مذہب: عصر کا آخری وقت غروب آفتاب ہے۔

احناف کی دلیل: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے طلوع شمس سے پہلے ایک رکعت پالی تو نماز فجر تام ہوگئی اسی طرح غروب شمس سے پہلے جس نے ایک رکعت پالی اس کی عصر تام ہوگئی۔

(اس سے مراد غیر مسلم جب مسلمان ہو، بالغ جب بالغ ہو تو وہ ایک رکعت کا وقت پالے تو ان پر نماز فرض ہے)

وجوہ ترجیح: اصفرار سے پہلے عصر کا وقت ہونا یقینی ہے اس کے بعد والے وقت کے متعلق اختلاف ہے تو شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

اصفرار کی تعریف: غروب شمس سے کچھ دیر قبل سورج کا رنگ سفیدی سے سرخی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اسے اصفرار کہتے ہیں۔

احناف کی طرف سے نظر: بالاتفاق اگر کوئی اصفرار کے وقت مسلمان ہو تو اس پر اس دن کی عصر فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ وقت نماز کا سبب ہے تو اس میں ادائیگی بھی درست ہوگی۔

امام مالک کے جوابات: (۱) اصفرار کے وقت جو نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد اس دن کی عصر کے علاوہ مراد ہے۔

(۲) اصفرار کے وقت نماز ادا کرنا منع ہے جن احادیث میں ہے ان کو کراہت پر محمول کریں گے۔

نظر طحاوی کا جواب: اس دن کی عصر کو قضاء نماز پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ قضا نماز کامل وقت میں واجب ہوئی تھیں اس کو ناقص وقت میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔

وقت مغرب

ابتداء وقت مغرب میں ائمہ کا اختلاف: امام طاؤس اور ائمہ اربعہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

امام طاؤس کا مذہب: امام طاؤس رضی اللہ عنہ کے نزدیک مغرب کا وقت ستارے ظاہر ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے

امام طاؤس کی دلیل: ابو بصرہ غفاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مقام مخمص میں نماز عصر پڑھائی پھر فرمایا یہ نماز ہے جو تم سے پہلے لوگوں کو دی گئی تو انہوں نے ضائع کردی پس تم میں سے جو شخص اس کی حفاظت کرے اسے دگنا اجر ہے اور اس کے بعد نماز نہیں ہے یہاں تک کہ ستارے ظاہر ہو جائیں۔

ائمہ اربعہ کا مذہب: ان کے نزدیک سورج غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

ائمہ اربعہ کی دلیل: متواترہ روایات سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام سورج غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا فرماتے مثلاً ابو مسعود سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا تھا۔

امام طاؤس کی دلیل کا جواب: ،،ولا صلاۃ بعدھا حتی یطلع الشاھد،،۔ امام طاؤس کی پیش کی گئی اس روایت کے الفاظ میں لفظ ،،الشاھد،، سے مراد رات ہے یعنی کہ معنی یہ ہے کہ عصر کے بعد رات یعنی سورج غروب ہونے تک کسی نفل نماز کی اجازت نہیں۔

نظر طحاوی: جس طرح سے دخول نہار ظہر کا وقت ہے اسی طرح دخول لیل بھی مغرب کا وقت ہونا چاہئے۔

انتہائے وقت مغرب میں اختلاف: ائمہ ثلاثہ، صاحبین، امام اعظم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ، صاحبین کا مذہب: ائمہ ثلاثہ، اور صاحبین کا مذہب ہے کہ شفق احمر کے چھپتے ہی نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

شفق احمر کی تعریف: ۔وہ سرخی جو افق میں غروب آفتاب کی جگہ ظاہر ہوتی ہے اور غروب سے لیکر عشاء سے تھوڑی دیر قبل تک برابر رہتی ہے اسے شفق احمر کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ابو موسی اشعری اور حضرت بریدہ کی روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دوسرے دن نماز مغرب شفق غائب ہونے سے پہلے ادا فرمائی (ان احادیث میں شفق سے مراد سرخی ہے)۔

شفق ابیض کی تعریف: شفق احمر کے غروب ہونے کے بعد شفق ابیض طلوع ہوتا ہے۔

امام اعظم کا مذہب: ان کے نزدیک شفق ابیض غائب ہونے اور تاریکی چھا جانے سے نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے

امام اعظم کی دلیل: ابو مسعود سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء ادا فرمائی جبکہ افق سیاہ ہو چکا تھا (افق پر سیاہی

سفیدی غائب ہونے کے بعد چھاتی ہے)۔
وجوہ ترجیح: سرخی غائب ہونے سے پہلے تک یقیناً مغرب کا وقت باقی ہے اس کے بعد والے وقت میں اختلاف ہے تو شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔
نظر طحاوی: طلوع شمس سے پہلے ہی سرخی زائل ہوتی ہے پھر سفیدی چھا جاتی ہے اس کے بعد سورج ظاہر ہوتا ہے تو نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو طلوع شمس سے پہلے کی سرخ اور سفیدی کے وقت فجر کا وقت باقی رہتا ہے اسی طرح غروب شمس کے بعد کی سرخی اور سفیدی کے وقت مغرب کا وقت باقی رہتا ہے ان دونوں کے چھپنے سے مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

وقت عشاء

عشاء کا ابتدائی وقت میں اختلاف: ائمہ ثلاثہ، صاحبین، اور امام اعظم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔
ائمہ ثلاثہ، صاحبین کا مذہب: ان کے نزدیک شفق احمر غائب ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔
ائمہ ثلاثہ کی دلیل: نبی کریم ﷺ نے پہلے دن نماز عشاء شفق غائب ہونے کے بعد ادا فرمائی۔
امام اعظم کا مذہب: ان کے نزدیک شفق ابیض غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔
امام اعظم کی دلیل: وہ تمام روایات ہیں جن کے اندر آپ ﷺ کا نماز عشاء شفق غائب ہونے کے بعد ادا فرمانا مذکور ہے
عشاء کے انتہائی وقت میں اختلاف: ائمہ اربعہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔
ائمہ اربعہ کا مذہب: ان کے نزدیک عشاء کا انتہائی وقت طلوع فجر ہے البتہ وقت مستحب میں اختلاف ہے۔
امام شافعی کا مذہب: تہائی رات تک، بلا کراہت جائز ہے اس کے بعد طلوع فجر تک مکروہ ہے۔
امام احمد، امام مالک کا مذہب: عشاء کا وقت اختیاری تہائی رات تک ہے اس کے بعد وقت اضطراری ہے۔ اس تک تاخیر ممنوع ہے۔
احناف کا مذہب: تہائی رات تک موخر کرنا مستحب ہے اس کے بعد آدھی رات تک موخر کرنا مباح ہے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل جائے مکروہ ہے۔
نوٹ: اس باب میں عشاء کے بارے میں مختلف روایات ہیں (۱) دوسرے دن نبی کریم ﷺ نے عشاء کو تہائی تک موخر کیا (۲) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ عشاء کا وقت نصف رات تک ہے (۳) آپ نے رات کا اکثر حصہ گزرنے تک ہی عشاء کو موخر فرمایا (۴) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ آپ نے تصریح فرمائی کہ عشاء کا وقت طلوع فجر تک باقی ہے۔
خلاصہ کلام: عشاء کا آخری وقت طلوع فجر ہے، افضل وقت تہائی رات سے پہلے تک ہے اس کے بعد افضلیت کم ہے اور نصف رات سے موخر کرنا نا مناسب ہے۔

جمع بین الصلاتین

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک سفر یا بیماری کی صورت میں ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کرنا درست ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۱): سیدنا عبداللہ ابن عمر کو جب سفر کی جلدی ہوتی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کرتے اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ کو جب سفر کی جلدی ہوتی تو آپ ان کو جمع کیا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۲): بالاتفاق عرفہ میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے اسی طرح مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے۔

احناف کا مذہب: احناف کے نزدیک عرفہ و مزدلفہ کے علاوہ کسی بھی صورت میں ایک نماز کو دوسری کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں لیکن جمع صوری درست ہے۔

جمع صوری کی تعریف: وہ یہ ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کرنا اور دوسری کو اس کے شروع میں ادا کرنا جمع صوری کہلاتی ہے، اس میں دو نمازیں صورتاً جمع ہوتی ہیں لیکن وقتاً جمع نہیں ہوتی اور یہ جائز ہے۔

احناف کی دلیل (۱): سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں ظہر کو موخر اور عصر کو مقدم کیا کرتے تھے اسی طرح مغرب کو موخر کرتے اور عشاء کو مقدم کرتے تھے۔

احناف کی دلیل (۲): ایک نماز کو دوسری کے وقت تک موخر کرنا تفریط ہے اور اس سے نماز قضا ہو جاتی ہے سیدنا ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تفریط سونے میں نہیں بلکہ جاگنے میں ہے۔ تفریط یہ ہے کہ نماز کو دوسری کے وقت تک موخر کرنا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ سے نمازوں کو جو جمع کرنا مروی ہے اس کو اسی یعنی جمع صوری پر محمول کریں گے کہ جس سے تفریط لازم نہ آئے۔ لہٰذا اس جمع سے مراد جمع صوری ہے۔

نظر طحاوی: بالاتفاق فجر کو کسی دوسری نماز کے وقت میں ادا نہیں کیا جا سکتا تو جن نمازوں کو جمع کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اس کو متفق علیہ یعنی فجر پر قیاس کر لیں گے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب: (۱) ان روایات سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ حقیقی (۲) سیدنا عبداللہ ابن عمر سے جو مروی ہے اس کے اندر عبداللہ بن عمر کے جمع کرنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے، نبی کریم ﷺ کے جمع کرنے کی کیفیت مذکور نہیں۔
(۳) مزدلفہ اور عرفہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کہ وہاں پر ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ الگ الگ ادا کرنا صحیح نہیں جبکہ سفر میں ان کو الگ الگ ادا کرنا صحیح ہے۔

صلاۃ وسطی کون سی نماز ہے

عبداللہ بن شداد، عروہ بن زبیر کا مذہب: عبداللہ بن شداد، عروہ بن زبیر، اور امام اعظم کی ایک روایت کے مطابق ان کے نزدیک نماز ظہر صلاۃ وسطی ہے۔

ان کی دلیل: سیدنا زید بن ثابت اور اسامہ بن زید سے پوچھا گیا کہ صلاۃ وسطی کون سی نماز ہے تو انہوں نے فرمایا نماز ظہر صلاۃ وسطی ہے سیدنا اسامہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نماز ظہر زوال کے بعد شدید گرمی کے وقت پڑھاتے تھے تو آپ کے پیچھے صرف ایک دو صفیں ہوتی تھیں تو اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی،،

،،حافظوا علی الصلوات و الصلاۃ الوسطی و قوموا للہ قانتین،،

ظہر کو صلاۃ وسطی کہنے کی وجہ: اس سے پہلے دو نمازیں ہیں ایک عشاء اور دوسری فجر اسی طرح اس کے بعد بھی دو ہیں عصر اور مغرب لہذا ظہر ہی صلاۃ وسطی ہے۔

حضرت زید کی روایت کا جواب: آیت کریمہ سے ظہر کے صلاۃ وسطی ہونے کا استدلال کرنا درست نہیں یہ حضرت زید کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ آیت کریمہ میں ظہر سمیت تمام نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کا مذہب: ان کے نزدیک صلاۃ وسطی فجر کی نماز ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل: حضرت ابورجاء عطاردی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کے پیچھے نماز فجر ادا کی آپ نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھی اور نماز کے بعد فرمایا کہ یہ نماز صلاۃ وسطی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا،، **حافظوا علی الصلوات و الصلاۃ الوسطی و قوموا للہ قانتین،،** اللہ تعالی نے صلاۃ وسطی میں قنوت کا حکم فرمایا اور قنوت فجر میں ہوتی ہے لہذا صلاۃ وسطی فجر ہی کی نماز ہے۔

ان کی دلیل کا جواب: یہ حضرت عبداللہ ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے نبی کریم ﷺ کا اس بارے میں کوئی ارشاد نہیں۔ اور ،،قوموا،، سے دعائے قنوت انہوں نے مراد لی حالانکہ دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ اس آیت میں قنوت سے مراد خاموشی ہے

احناف اور حنابلہ کا مذہب: ان کے نزدیک نماز عصر صلاۃ وسطی ہے۔

احناف کی دلیل: حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سے مروی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر شدید لڑائی کے سبب نماز عصر میں تاخیر ہوئی حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے بددعا کی اے اللہ ان کفار کے دلوں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں صلاۃ وسطی سے مشغول رکھا ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے حضرت علی نے فرمایا کہ ہم اس سے پہلے فجر کو صلاۃ وسطی سمجھتے تھے۔

عصر کو صلاۃ وسطی کہنے کی وجہ: یہ رات کی دو نمازوں مغرب اور عشاء اور دن کی دو نمازوں فجر اور ظہر کے درمیان ہے ،اس لئے یہی صلاۃ وسطی ہے۔

باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ھو

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک نماز فجر کو غلس (تاریکی) میں ادا کرنا مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۱): حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ مومنہ عورتیں حضور علیہ السلام کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتیں پھر جب وہ اپنے گھروں کو واپس جانے لگتیں تو حال یہ ہوتا کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتی تھیں، یعنی نماز ادا کرنے کے بعد بھی تاریکی باقی رہتی تھی۔ جس معلوم ہوا کہ نماز فجر کو غلس (تاریکی) میں ادا کرنا مستحب ہے۔

غلس کی تعریف: غلس کا لغوی معنی ہے آخری رات کی تاریکی صبح کی روشنی سے مخلوط اخیر رات کی تاریکی یا پو پھٹنے کا وقت غلس کہلاتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۲): حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت حرملہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نماز فجر غلس میں ادا فرماتے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک ۱۰ ذی الحجہ کو مزدلفہ میں نماز فجر اندھیرے میں ادا کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ مرد کے لئے اسفار کرنا مستحب ہے۔

اسفار کی تعریف: اسفار کا لغوی معنی ہے روشن ہونا طلوع فجر سے قبل رات کی سیاہی ختم ہو کر جب ہر طرف سفیدی پھیل جائے اسے اسفار کہتے ہیں، خلاصہ یہ کہ وقت فجر کے اجالے یعنی روشنی کو اسفار کہتے ہیں۔

احناف کی دلیل (۱): رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ فجر کو روشن کرو کہ اس میں بڑا اجر ہے۔

احناف کی دلیل (۲): جب نبی کریم علیہ السلام نے طائف کا محاصرہ کیا تو ابو طریف آپکے ساتھ اس محاصرے میں شریک تھے اور فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اس وقت میں کہ تیر پھینکنے والا تیر کی جگہ کو دیکھ لیتا۔

احناف کی دلیل (۳): حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ہے کہ آپ نماز فجر میں بعض اوقات سورہ بقرہ اور بعض اوقات سورہ آل عمران کی تلاوت فرماتے اور طلوع شمس کے قریب نماز سے فارغ ہوتے۔

نظر طحاوی: تمام نمازوں کو اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے مگر احناف نے احادیث کی روشنی میں بعض نمازوں کو تاخیر کے ساتھ ادا کرنا مستحب قرار دیا ہے۔

امام طحاوی کی طرف سے حل: فرماتے ہیں کہ فجر کو غلس میں شروع کریں مگر قرات اتنی طویل کرے کہ اختتام اسفار میں ہو۔

مخالفین کے دلائل کا جواب: حضرت عائشہ اور دیگر سے منقول ہوا کہ نماز فجر کو آپ علیہ السلام تاریکی میں ادا فرماتے تھے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ عمل منسوخ ہے اس کے نسخ پر متعدد دلائل ہیں، صحابہ کرام سے بکثرت منقول ہے کہ وہ نماز سے طلوع شمس کے قریب فارغ ہوتے اسفار پر یہ اتفاق اس لئے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ غلس میں ادائیگی منسوخ ہو چکی ہے۔

نماز ظہر کا مستحب وقت

امام شافعی کا مذہب: امام شافعی، لیث بن سعد، اور اشہب ان کے نزدیک سردیوں گرمیوں کے دنوں میں نماز ظہر کو اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے۔

امام شافعی کی دلیل: (۱) عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ نے سورج ڈھلتے ہی نماز ظہر ادا فرمائی اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہی اس نماز کا وقت ہے (۲) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے نماز ظہر نبی کریم ﷺ سے زیادہ جلدی ادا کرنے والا نہیں دیکھا۔

احناف وحنابلہ کا مذہب: احناف، امام احمد بن حنبل اور امام مالک، ان کے نزدیک سردیوں کے دنوں میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنا مستحب ہے جبکہ گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

احناف وحنابلہ کی دلیل: حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سردیوں میں ظہر کو جلدی ادا کرتے اور گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے ادا کرتے۔

مخالفین کے جوابات: حضرت عائشہ سے مروی حدیث پاک منسوخ ہے اور اس پر دال حضرت مغیرہ سے مروی روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سورج ڈھلنے کے فورا بعد نماز ظہر پڑھتے تھے پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی لپیٹ سے ہے بس ظہر کو ٹھنڈا کرو۔ (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سردیوں کے دنوں میں ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ گرمیوں کے دنوں میں ہو تو احتمال کی وجہ سے استدلال باطل ہے۔

اعتراض: یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن احادیث میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم ہوا ہے یہ اہل مکہ کے لئے رخصت تھی کیونکہ وہاں بہت زیادہ گرمی ہوتی اور مسجدوں پر سایہ بھی نہ ہوتا اس لئے نبی کریم ﷺ نے ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا۔

جواب: یہ ممکن نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے سایہ نہ ہونے کی وجہ سے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا ہو اس لئے کہ حضور نے سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا حالانکہ سفر میں تو سایہ میں ٹھہرنے کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔

نماز عصر کا مستحب وقت

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک نماز عصر کو جلدی ادا کرنا مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۱): حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ انصار میں سے ابولبابہ اور حجرت عبس کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے پھر یہ دونوں جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے اپنی قوم کی طرف جاتے تو انہوں نے ابھی نماز عصر نہ پڑھی ہوتی اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز عصر جلدی ادا فرماتے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل (۲): حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عصر کا نماز پڑھتے اور حال یہ ہوتا کہ سورج کی

روشنی ابھی حجرہ میں ہوتی۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک نماز عصر کو موخر ادا کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر کرنا کہ سورج زرد ہو جائے یہ مکروہ ہے۔

ائمہ احناف کی دلیل (۱): حضرت بریدہ کی روایت کے مطابق جب نبی کریم ﷺ سے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے دو دن نمازیں اول و آخر اوقات میں ادا فرما کر سائل کو اوقات کی تعلیم فرمائی تو دونوں دن حضور نے نماز عصر کو تاخیر سے ادا کیا۔

ائمہ احناف کی دلیل (۲): حضرت عکرمہ، حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ ایک دن جنازے میں شریک تھے فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی اور خاموش رہے ہم نے بار بار ان کی طرف رجوع کیا لیکن انہوں نے نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ ہم نے سورج کو مدینہ کی بلند پہاڑی سے دیکھا۔

نظر طحاوی: نظر کا تقاضا یہ ہے کہ تمام نمازوں کو اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہو مگر احناف نے احادیث کی روشنی میں نماز عصر کو تاخیر سے ادا کرنا مستحب قرار دیا ہے۔

مخالفین کے جوابات: (۱) حضرت انس سے مروی حدیث میں اجمال ہے کہ وہ دونوں صحابہ ممکن ہے کہ سوار ہو کر جاتے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیدل جاتے ہوں تو جب اجمال آ گیا تو استدلال باطل۔

(۲) حضرت عائشہ سے مروی حدیث کہ حضور نبی کریم ﷺ عصر کا نماز پڑھتے اور حال یہ ہوتا کہ سورج کی روشنی ابھی حجرہ میں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں جس کی وجہ سے سورج کی روشنی دیر تک حجرہ میں رہتی۔

تکبیر تحریمہ میں کہاں تک ہاتھ اٹھائے

عراقیین، بعض مالکیوں کا مذہب: ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔

عراقیین کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھانا سنت ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو دونوں کندھوں تک اٹھاتے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک اٹھانا سنت ہے۔

احناف کی دلیل: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک اٹھایا۔

مخالفین کے جوابات: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے ممکن ہے کہ کندھوں تک

اٹھائے ممکن ہے کہ کانوں تک اٹھائے لہذا یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے

امام اعظم کا مذہب:۔ امام اعظم کے ساتھ ابراہیم نخعی بھی ہیں۔ ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء اور تعوذ اور تسمیہ پڑھی جائے اس سے زیادہ نہ کرے۔

امام اعظم کی دلیل:۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھتے تھے۔

امام یوسف، امام اوزاعی، امام طحاوی کا مذہب:۔ ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء سے پہلے توجیہ پڑھنا سنت ہے۔ توجیہ کا مطلب یہ دعا،، **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض**،، ہے۔

ان کی دلیل:۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع فرمانے کے بعد توجیہ یعنی ،، **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض**،، پڑھتے۔

امام طحاوی کا حل: اس باب کے آخر میں فرمایا کہ جب دونوں دونوں قسم کی روایات ہیں تو ہم نمازی پر تمام پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔

نماز میں بسم اللہ کی قرات کرنا

امام شافعی، امام احمد کا مذہب:۔ ان کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز ہے اس لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے اس کی قرات کی جائے گی۔

امام شافعی، امام احمد کی دلیل:۔ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے بسم اللہ اور فاتحہ کی قرات کی۔

امام مالک، امام اوزاعی کا مذہب:۔ ان کے نزدیک بسم اللہ کی قرات نہ بلند آواز سے کی جائے گی نہ آہستہ آواز سے

امام مالک، امام اوزاعی کی دلیل:۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو فاتحہ سے آغاز کیا اور اس سے پہلے خاموش نہیں ہوئے تھے۔ اب اگر تسمیہ فاتحہ کا جز ہوتی اور اس کی قرات کرنا بھی ضروری ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اس کی قرات ہونی چاہیے تھی۔

احناف کا مذہب:۔ تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے نماز میں اس کی قرات کرنا فرض نہیں ہاں آہستہ آواز میں تسمیہ پڑھنا سنت ہے۔

احناف کی دلیل:۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، حضرت عثمان، کے پیچھے نماز پڑھی کسی ایک سے بھی تسمیہ کو جہر کرتے نہیں سنا۔

مخالفین کے جوابات: (۱) امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ سے دیگر روایات بھی ہیں جن میں تسمیہ

اٹھائے ممکن ہے کہ کانوں تک اٹھائے لہذا یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے۔

تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے

امام اعظم کا مذہب:۔امام اعظم کے ساتھ ابراہیم نخعی بھی ہیں۔ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء اور تعوذ اور تسمیہ پڑھی جائے اس سے زیادہ نہ کرے۔

امام اعظم کی دلیل:۔حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھتے تھے۔

امام یوسف، امام اوزاعی، امام طحاوی کا مذہب:۔ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء سے پہلے توجیہ پڑھنا سنت ہے۔توجیہ کا مطلب یہ دعا،، **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض**،، ہے۔

ان کی دلیل:۔حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع فرمانے کے بعد توجیہ یعنی ،، **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض**،، پڑھتے۔

امام طحاوی کا حل: اس باب کے آخر میں فرمایا کہ جب دونوں دونوں قسم کی روایات ہیں تو ہم نمازی پر تمام پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔

نماز میں بسم اللہ کی قرات کرنا

امام شافعی، امام احمد کا مذہب:۔ان کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز ہے اس لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے اس کی قرات کی جائے گی۔

امام شافعی، امام احمد کی دلیل:۔حضرت ام سلمہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ ان کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے بسم اللہ اور فاتحہ کی قرات کی۔

امام مالک، امام اوزاعی کا مذہب:۔ان کے نزدیک بسم اللہ کی قرات نہ بلند آواز سے کی جائے گی نہ آہستہ آواز سے

امام مالک، امام اوزاعی کی دلیل:۔حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو فاتحہ سے آغاز کیا اور اس سے پہلے خاموش نہیں ہوئے تھے۔اب اگر تسمیہ فاتحہ کا جز ہوتی اور اس کی قرات کرنا بھی ضروری ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اس کی قرات ہونی چاہئے تھی۔

احناف کا مذہب:۔تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے نماز میں اس کی قرات کرنا فرض نہیں ہاں آہستہ آواز میں تسمیہ پڑھنا سنت ہے۔

احناف کی دلیل:۔حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، حضرت عثمان، کے پیچھے نماز پڑھی کسی ایک سے بھی تسمیہ کو جہر کرتے نہیں سنا۔

مخالفین کے جوابات: (۱) امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ سے دیگر روایات بھی ہیں جن میں تسمیہ

کے بارے میں واضح تعارض موجود ہے اس لئے اسے دلیل نہیں بنا سکتے۔
(۲) امام مالک کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ تلاوت کا آغاز الحمد سے فرماتے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

ظہر وعصر کی نماز میں قرات کرنا

سوید بن غفلہ، حسن بن صالح، امام مالک کا مذہب:۔ ان کے نزدیک ظہر اور عصر میں اصلا قرات نہیں ہے۔
ان کی دلیل:۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے کسی نے سوال کیا کہ کیا نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر میں قرات کرتے تھے، آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کہ شائد دل میں کرتے ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں۔
ائمہ اربعہ کا مذہب:۔ ان کے نزدیک ظہر اور عصر میں بقیہ نمازوں کی طرح قرات کی جائے گی۔
ائمہ اربعہ کی دلیل:۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر میں قرات کرتے تھے، سورہ طارق اور سورہ بروج کے ساتھ یا ان کی مثل کے ساتھ۔
نظر طحاوی: (۱) بالاتفاق نمازوں میں قرات، رکوع، سجود، فرض ہیں اور قعدہ اولی بھی تمام کے نزدیک واجب ہے قعدہ اخیرہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض فرض کہتے ہیں بعض واجب تو جن کے نزدیک فرض نہیں ہے تو قیام نمازوں میں فرض نہیں ہے، تو جب عشاء، فجر، مغرب میں قرات فرض ہے تو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کر لیا جائے۔
(۲) عشاء، مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرات کی جاتی ہے تو اب سرا، سے قرات کا ساقط ہونا لازم نہیں آتا تو ظہر اور عصر کو بھی اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہ ان میں سر سے قرات کا ساقط ہونا لازم نہیں آتا۔
مخالفین کا جواب: حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں تعارض ہے آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ میں نے سنت کو یاد رکھا سوائے اس کے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ظہر وعصر میں قرات کی ہے یا نہیں۔

نماز مغرب میں قرات

عروہ بن زبیر، امام شافعی، اہل ظاہر کا مذہب:۔ انکے نزدیک مغرب میں طویل قرات کرنا مستحب ہے۔
ان کی دلیل: حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ آپ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تو نبی کریم ﷺ صحابہ کو نماز مغرب پڑھا رہے تھے اور سورہ طور کی قرات کر رہے تھے۔
احناف، امام مالک، امام احمد کا مذہب: ان کے نزدیک نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مستحب ہے۔
قصار مفصل کی تعریف:
ان کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نماز مغرب میں قصار مفصل کی قرات کرتے تھے۔
مخالفین کا جواب: حضرت جبیر بن مطعم کی روایت میں احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ سورہ طور کا بعض حصہ قرات

کرتے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ پوری پڑھتے ہوں ۔اس باب میں حضرت جبیر بن مطعم سے ہی مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے مغرب میں ،،ان عذاب ربك لواقع،،تک سورہ طور پڑھی ۔تو اس سے بھی پتا چل گیا کہ مغرب میں سورہ طور کا بعض حصہ قرات کیا تھا۔

قرات خلف الامام

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک مقتدی سورہ فاتحہ کی قرات کرے گا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی تو آپ پر قرات ثقیل ہوگئی سلام پھیرنے کے بعد آپ نے پوچھا کیا تم میرے پیچھے قرات کرتے ہو ہم نے عرض کی جی ہاں فرمایا سورہ فاتحہ کے علاوہ قرات نہ کرو۔کیونکہ جو فاتحہ کی قرات نہ کرے اس کی نماز نہیں۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک مقتدی سورہ فاتحہ کی قرات نہیں کرے گا۔

احناف کی دلیل: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرات ہی اس کی قرات ہے۔

نظر طحاوی: بالاتفاق ایک آدمی جو جماعت میں شریک ہونے کے لئے آئے حال یہ ہو کہ امام رکوع میں ہو تو وہ قرات کئے بغیر رکوع میں شامل ہوگا اگر مقتدی پر قرات لازم ہوتی تو اس کے بغیر رکوع میں شامل ہونا اور رکعت شمار کرنا درست نہ ہوتا۔

مخالفین کا جواب: عبادہ بن صامت کی روایت میں احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ تنہا آدمی کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقتدی کے لئے فرمایا ہو۔اگر اس حدیث سے مراد مقتدی کو لیں تو پھر یہ حدیث ان احادیث کے معارض ہوگی جس میں مقتدی کو قرات کرنے سے منع کیا گیا ہے لہذا اس کو تنہا آدمی پر محمول کریں گے تاکہ تعارض لازم نہ آئے۔

رکوع اور سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا

عمر بن عبدالعزیز، محمد بن سیرین کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع اور سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا سنت نہیں۔

ان کی دلیل: عبدالرحمن بن ابزی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور نے تکبیر مکمل نہ کہی۔

ائمہ اربعہ کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع اور سجدے میں جاتے ہوئے بھی تکبیر کہنا سنت ہے۔

ائمہ اربعہ کی دلیل: عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے اور میں نے ابوبکر و عمر کو دیکھا وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نظر طحاوی: بالاتفاق نماز میں دخول، تکبیر کے ساتھ ہوتا ہے رکوع سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا مسنون ہے بالاتفاق رکوع

میں جاتے اور سجدے میں جاتے ہوئے تکبیر کے مسنون ہونے کے بارے میں اختلاف ہے تو مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کریں گے۔

مخالفین کا جواب: عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ کثیر روایات ان کے معارض ہیں لہذا یہ حدیث مرجوح ہے اور اس میں،، لا یقیم التکبیر،، سے مراد ہے کہ آپ پوری طرح جہر نہیں فرماتے تھے۔

رکوع اور سجدے کے لئے رفع یدین کرنا

امام شافعی امام احمد کا مذہب: ان ائمہ کرام کے نزدیک رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور سجدے کے لئے رفع یدین کرنا سنت ہے۔

ان کی دلیل: حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب فرض نمازوں کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور قرات مکمل کرنے پر رکوع کرنا چاہتے تو بھی اسی طرح کرتے رکوع سے فارغ ہو کر کھڑے ہوتے تو بھی اس طرح کرتے قعدے کی حالت میں ہاتھوں کو نہ اٹھاتے دو سجدوں سے فارغ ہو کر کھڑے ہوتے وقت بھی ہاتھوں کو اٹھاتے اور تکبیر کہتے۔

احناف، امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی موقعہ پر بھی ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

احناف کی دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود آپ ﷺ کا عمل یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر اس کا اعادہ نہ کرتے۔

نظر طحاوی: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے دونوں سجدوں کے درمیان تکبیر کے وقت سنت نہیں رکوع اور سجدے کی تکبیر کے وقت رفع یدین میں اختلاف ہے تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے جبکہ دیگر تکبیرات نماز کے ارکان میں سے نہیں تو جو رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کا کہتے ہیں وہ اس کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ لاحق کرتے ہیں جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا ضروری ہے ایسے ہی دیگر تکبیرات میں بھی اور جو رکوع اور سجدے کے لئے رفع یدین کو جائز قرار نہیں دیتے وہ اس کو دیگر تکبیرات کے ساتھ لاحق کرتے ہیں کہ جس طرح دیگر تکبیرات ضروری نہیں اسی طرح ہاتھ اٹھانا بھی ضروری نہیں

مخالفین کا جواب: حضرت علی کی حدیث پاک منسوخ ہے۔

باب التطبیق فی رکوع

ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ کا مذہب: ان کے نزدیک نمازی رکوع میں تطبیق کرے گا۔

تطبیق کی تعریف: دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر دونوں رانوں کے درمیان رکھنا تطبیق کہلاتا ہے۔

ان کی دلیل: حضرت علقمہ اور حضرت اسود نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اقتداء میں نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں رکوع کے اندر گھٹنوں پر ہاتھ رکھے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے مارا اور تطبیق دی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ

حضور ایسا کرتے تھے۔

ائمہ اربعہ کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے چاہئے۔

ائمہ اربعہ کی دلیل: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔

نظر طحاوی: رکوع کے علاوہ سجدے وغیرہ میں اعضاء کے درمیان کشادگی رکھنا اور الگ الگ رکھنا سنت ہے یہ بالاتفاق ہے رکوع کے بارے میں اختلاف ہے اور مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کریں گے۔

مخالفین کا جواب: تطبیق والا حکم منسوخ ہے۔

رکوع وسجدے کی کم از کم مقدار

اسحاق، داود، احمد کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع اور سجدے کی کم از کم مقدار تین تسبیحات کا وقت ہے۔

ان کی دلیل: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک رکوع کرے اور تین مرتبہ تسبیح کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ اس کا ادنی ہے اس طرح سجدے کے بارے میں فرمایا۔

ائمہ اربعہ کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع کی کم از کم مقدار ایک تسبیح کا وقت ہے یعنی اتنی مقدار کہ اطمینان ہو جائے۔

ائمہ اربعہ کی دلیل: رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے نماز ادا کی آپ نے اسے نماز کا طریقہ سکھایا جس میں اطمینان کے ساتھ رکوع اور سجود کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تم نے ایسا کیا تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی آپ نے تین بار تسبیح کا ذکر نہیں کیا۔

رکوع وسجدے میں کیا پڑھنا مناسب ہے

امام شافعی، امام احمد کا مذہب: ان کے نزدیک نمازی کے لئے رکوع وسجود میں کوئی کلمات متعین نہیں۔

ان کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندہ سجدے میں رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے بس سجدے میں کثرت سے دعا مانگو۔

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک رکوع میں تو نمازی تسبیح کہے گا مگر سجدے میں جو چاہے پڑھے۔

امام مالک کی دلیل: حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع وسجدے میں قرات کروں بس رکوع میں اپنے رب کی تعظیم بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا کرو کہ یہ قبولیت کے زیادہ ملائق ہے۔

احناف کی دلیل: ان کے نزدیک فرائض کے رکوع اور سجود میں تسبیح کے علاوہ کچھ نہیں پڑھے گا۔

احناف کی دلیل: حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ جب،، سبح اسم ربك العظيم،، نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے رکوع میں بنا لو پھر جب،، سبح اسم ربك الاعلى،، نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ

اس کو اپنے سجدے میں بنالو۔

نظر طحاوی: بالاتفاق تکبیر تحریمہ، تکبیرات انتقال، تشہد وغیرہ یہ شریعت کی طرف سے مقرر ہیں نمازی ان کے علاوہ نہیں پڑھ سکتا رکوع اور سجدے میں کیا پڑھنا ہے اس میں اختلاف ہے تو اس کو متفق علیہ پر قیاس کرتے ہوئے نظر کا تقاضا یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں بھی تکبیر متعین ہو اور نمازی کو تبدیلی کی اجازت نہ ہو۔

مخالفین کا جواب: جن روایات کے اندر رکوع یا سجدے میں دعا کا ذکر ملتا ہے تو وہ منسوخ ہے۔

امام سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کہے یا نہیں

امام اعظم، امام مالک کا مذہب: ان بزرگوں کے نزدیک امام،، **سمع الله لمن حمده**،، کہے گا اور مقتدی ،، **ربنا ولك الحمد**،، کہے گا۔

امام اعظم، امام مالک کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام،، **سمع الله لمن حمده**،، کہے تو تم،، **ربنا ولك الحمد**،، کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے مشابہ ہوگا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

صاحبین، امام شافعی کا مذہب: ان بزرگان دین کے نزدیک،، **سمع الله لمن حمده**،، کے ساتھ،، **ربنا ولك الحمد**،، بھی کہے گا۔

ان کی دلیل: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھائی جب رکوع سے سر اٹھایا تو،، **سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد**،، کہا۔

نظر طحاوی: ارکان نماز اور مفسدات و مکروہات نماز میں امام اور منفرد کے احکام یکساں ہیں نظر کا تقاضا ہے کہ تسمیع اور تحمید میں بھی یکساں ہو جس طرح منفرد سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتا ہے اسی طرح امام بھی دونوں کو کہے گا۔

تسمیع کی تعریف:،، **سمع الله لمن حمده**،، کہنا تسمیع کہلاتا ہے۔

تحمید کی تعریف:،، **ربنا ولك الحمد**،، کہنا تحمید کہلاتا ہے۔

فجر میں دعائے قنوت پڑھنا

امام شافعی کا مذہب: ان کے نزدیک نماز فجر میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا سنت ہے۔

امام شافعی کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز فجر میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد حالت قیام میں دعائے قنوت پڑھتے۔

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی مگر رکوع سے پہلے۔

امام مالک کی دلیل: حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی حضرت انس سے پوچھا

گیا رکوع سے پہلے یا بعد میں تو آپ نے فرمایا پہلے۔

احناف کا مذہب:۔ان کے نزدیک وتروں کے علاوہ قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

احناف کی دلیل:۔حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ماہ تک دعائے قنوت پڑھی نہ اس سے پہلے کبھی پڑھی نہ اس کے بعد۔

نظر طحاوی:۔ظہر اور عصر میں بالاتفاق قنوت مشروع نہیں ہے فجر کے بارے میں اختلاف ہے تو اس کو متفق علیہ پر قیاس کر لیں گے۔

مخالفین کو جواب:۔فجر میں قنوت والا حکم منسوخ ہے۔بالاتفاق مغرب میں قنوت کا حکم منسوخ ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے فجر کا حکم بھی منسوخ ہوگا۔

سجدے میں پہلے ہاتھ رکھیں گے یا گھٹنے

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے جائیں گے۔

ان کی دلیل: حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب وہ سجدہ کرتے تو پہلے ہاتھ رکھتے پھر گھٹنے رکھتے اور کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک پہلے گھٹنے رکھے جائیں گے پھر ہاتھ رکھے جائیں گے۔

ان کی دلیل: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھتے تھے۔

نظر طحاوی: سجدے میں جب اعضاء زمین پر رکھے جاتے ہیں تو اس کے عکس پر اٹھائے جاتے ہیں جیسا کہ سر سب سے آخر میں رکھا جاتا ہے لیکن اٹھایا سب سے پہلے جاتا ہے تو اس طرح ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں تو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ گھٹنوں سے موخر رکھے جائیں۔

سجدے میں ہاتھ کہاں رکھے جائیں

امام شافعی، امام احمد کا مذہب: ان کے نزدیک سجدے میں ہاتھوں کو کندھوں تک رکھا جائے گا۔

ان کی دلیل: حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدے میں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھتے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھا جائے گا۔

احناف کی دلیل: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدے میں ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھتے تھے۔

نماز میں تشہد کے لئے بیٹھنے کا طریقہ

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑے کر لے بایاں زمین پر بچھائے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔

امام مالک کی دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں دایاں پاؤں کھڑا کرتے بایاں بچھالیتے اور بائیں سرین پر بیٹھتے۔

امام شافعی کا مذہب: ان کے نزدیک آخری قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں بچھا کر سرین پر بیٹھے۔ آخری قعدہ کے علاوہ میں بایاں پاؤں پر بیٹھے۔

امام شافعی کی دلیل: حضرت ابوحمید ساعدی نے نبی کریم ﷺ کے بیٹھنے کا طریقہ بیان کیا کہ آپ ﷺ پہلے قعدے میں بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور آخری قعدہ میں بائیں سرین پر بیٹھتے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں بچھالے اور اس کے اوپر بیٹھے۔

احناف کی دلیل: حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ تشہد کے لئے قعدہ کرتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس کے اوپر بیٹھتے۔

تشہد کے الفاظ کے بارے میں

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک تشہد پڑھنا سنت ہے اور اس میں وہ الفاظ پڑھے جائیں جو حضرت عمر کی روایت میں ہیں۔

امام مالک کی دلیل: حضرت عمر ممبر پر تشریف فرما ہو کر تشہد کی تعلیم جو دیتے وہ یہ ہے،، **التحیات للہ الزاکیات للہ الصلاۃ للہ اسلام علیك** ،، آگے وہی جو عام طور پر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

امام شافعی کا مذہب: ان کے نزدیک تشہد فرض ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی الفاظ پڑھے جائیں گے۔

امام شافعی کی دلیل: حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی الفاظ یہ ہیں ،،**التحیات المبارکات الصلاۃ الطیبات للہ اسلام علیك**،،۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک ہر قعدہ میں پورا تشہد پڑھنا واجب ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی الفاظ پڑھے جائیں گے۔

احناف کی دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی الفاظ یہ ہیں،،**التحیات للہ و الصلوات والطیبات اسلام علیك ایھا النبی**،،۔

نماز کے بعد سلام کی کیفیت

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک امام اور منفرد نماز سے خارج ہونے کے لئے ایک ہی سلام کہیں گے اس کا آغاز سامنے سے کریں گے اور دائیں جانب پہنچنے تک اختتام کردیں گے۔

امام مالک کی دلیل: حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک ہی سلام پھیرتے تھے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک نمازی دو سلام کہے گا ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔

احناف کی دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر نماز میں دو سلام کہتے تھے دائیں اور بائیں جانب۔

سلام نماز میں فرض ہے یا سنت

ائمہ ثلاثہ کا مذہب: ان کے نزدیک سلام نماز کے فرائض میں سے ہے۔

ان کی دلیل: حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کو احرام (یعنی نماز کے علاوہ امور کو حرام کرنے) قرار دیا اور سلام کو تحلیل (یعنی چیزوں کو حلال کرنے والا) قرار دیا۔ اس کے بغیر نماز سے خروج نہیں ہو سکتا۔

حضرت سعید بن مسیّب کا مذہب: ان کے نزدیک قعدہ اخیرہ اور سلام دونوں نماز کی سنت میں سے ہیں۔

ان کی دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب وہ آخری سجدہ سے اپنے سر کو اٹھائے اور اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک قعدہ اخیرہ اور خروج بصنعہ نماز کے ارکان و فرائض میں سے ہے جبکہ تشہد اور سلام کہنا واجب ہے۔

احناف کی دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ تشہد کی مقدار بیٹھنا نماز کی تمامیت ہے اور سلام نماز کی تمامیت کا اعلان ہے۔

نظری طحاوی: قیام، رکوع، سجود کے اذکار کا تمام نماز میں یکساں حکم ہے جو ایک مقام پر فرض ہے وہ دیگر مقامات پر بھی فرض ہے تو قعدہ اخیرہ کے علاوہ میں تشہد فرض نہیں ہے تو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ آخری قعدہ اور تشہد بھی فرض نہ ہو۔

باب الوتر

امام مالک کا مذہب: ان کے نزدیک وتر سنت موکدہ ہیں اور ایک ہی رکعت ہیں۔

امام مالک کی دلیل: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر نے حضور ﷺ سے وتر کے بارے میں نقل کیا کہ وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے۔

امام احمد، امام شافعی کا مذہب: ان کے نزدیک وتر کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہیں دو رکعت اور آخری کے درمیان سلام پھیرا جائے گا اور پھر آخر پر سلام پھیرا جائے گا۔

ان کی دلیل: حضرت نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر ایک رکعت اور دو رکعتوں کے درمیان وتر میں سلام پھیرتے تھے گیارہ رکعت کا استدلال یوں کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز وتر نو رکعت پڑھتے اس طرح پانچ، سات، گیارہ، رکعت کا بھی ذکر ہے۔

احناف کا مذہب: ان کے نزدیک نماز وتر واجب ہے اور اس کی تین رکعت ہیں ایک سلام کے ساتھ۔

احناف کی دلیل: حضرت ثابت نے حضرت انس کے بارے میں نقل کیا کہ حضرت انس نے انہیں نماز وتر تین رکعتیں پڑھائی اور آخر میں سلام پھیرا اور میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے سکھانے کا ارادہ کرتے ہیں۔

نظر طحاوی: نماز وتر یا تو فرض ہیں یا سنت اگر فرض ہیں تو فرض تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) دو رکعتیں (۲) تین رکعتیں (۳) چار رکعتیں۔ بالاتفاق وتر دو اور چار رکعت نہیں ہیں تو نظر کا تقاضا ہے کہ تین رکعت ہوں اگر سنت ہوں تو سنت کی فرائض میں اصل اور مثال ہوتی ہیں جیسا کہ صدقات کے لئے مثال اور اصل زکاۃ ہے۔ نفلی روزوں کے لئے مثال اور اصل رمضان کے روزے ہیں تو اس طرح اگر وتر سنت ہوں تو فرائض میں اس کی مثال اور سنت ہوگی تو فرائض میں صرف تین رکعتیں ہی طاق میں ہیں مغرب میں تو نظر کا تقاضا ہے کہ وتر بھی رکعتیں ہوں۔

مخالفین کے جوابات: حضرت عبداللہ کی روایت میں احتمال ہے ایک تو یہ کہ وتر ایک ہی رکعت ہے دوسرا یہ کہ دو کے ساتھ ایک رکعت ہے لہذا اس کے اندر احتمال ہے۔ (۲) دو رکعت اور آخری کے درمیان اگر چہ صحابہ سلام پھیرتے تھے مگر حضرت عائشہ نے بیان فرمادیا کہ حضور ﷺ سلام نہیں پھیرتے تھے اور متعدد صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا لہذا یہی راجح ہے۔ (۳) جن روایات میں وتر کے تین رکعت سے زائد کا ذکر ہے ان میں راویوں میں تہجد کے نوافل کو بھی وتر کے ساتھ شمار کیا ہے۔

سوشل میڈیا پر آپ کا
شیئر کردہ مواد (بھی) آپ کی
شخصیت کی عکاسی کرتا ہے لہٰذا
غور کریں کہ آپ اپنی شخصیت
کو کیسا پیش کر رہے ہیں؟
Muhammad Usama Yasin/0346-7204075